

# اسلام میں مظلوم کے حقوق

(۲)

انتقام اور عضو درگزر

سیّد جلال الدین عمری

## انسانی فطرت اور جذبہ انتقام

اگر کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی ہو اور اس کے حقوق پر دست درازی کی جائے تو اس کے اندر فطری طور پر غم و غصہ اور انتقام کا جذبہ ابھرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس کا بدلہ لے اور جس نے اسے نقصان پہنچایا ہے اسے وہ بھی نقصان پہنچائے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک حیوانی جذبہ ہے۔ اسے دبایا جانا چاہیے۔ در نہ انسان کی انسانیت محروم ہوگی اور وہ درندہ صفت بن جائے گا۔ لیکن اس جذبہ کو حیوانی یا غیر انسانی جذبہ کہہ کر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ یہ انسان کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر کسی دباؤ اور مجبوری کی وجہ سے وہ انتقام نہ لے سکے تو اس پر شدید رد عمل ہوتا ہے۔ اس کے اندر عداوت، نفرت اور بغض و حسد جیسے جذبات پرورش پانے لگتے ہیں۔ اور احساس کمتری اسے سخت نفسیاتی پیچیدگیوں میں مبتلا کر دیتا ہے پھر جب موقع ملتا ہے تو وہ اپنی آتش انتقام کو بجھانے کے لئے وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جو بہ حیثیت انسان اسے نہیں کرنا چاہیے۔

اس میں شک نہیں حیوان کے اندر بھی جذبہ انتقام موجود ہے۔ لیکن ہر وہ جذبہ جو انسان کے ساتھ حیوان میں بھی پایا جائے غلط اور قابل نفرت نہیں ہے۔ بھوک، پیاس اور حسنی خواہش انسان اور حیوان دونوں میں ہے۔ دونوں ان کی تکمیل پر اپنے ذاتی اور نوعی بقا کے لئے مجبور ہیں۔ انسان کے لئے ان میں سے کسی بھی خواہش کی تکمیل کو اس بنا پر غلط یا

نالپندیدہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حیوان میں بھی پالی جاتی ہے۔ البتہ انسان اور حیوان کا فرق یہ ہے کہ حیوان اپنے جذبات کی تسکین محض اپنی طبیعت کے تقاضے کے تحت کرتا ہے اور انسان اس میں اخلاق اور قانون کا پابند رہتا ہے۔

غصہ اور انتقام کے جذبہ کا پایا جانا انسان کی بقا کے لئے ضروری ہے اس سے وہ اپنے اوپر ہونے والے جو رذولتوں کو روکتا اور اپنے حقوق کا دفاع اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اس جذبہ کی کمی انسان کو بعض اوقات بے حسی اور بے غیرتی میں مبتلا کر دیتی ہے اور وہ ظلم سے شکست کھانے اور اس کے مقابلہ میں سپر ڈالنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ جذبہ اگر بالکل ہی سرد پڑ جائے تو پھر جابر و ظالم اسے باسانی ظلم کا ہدف بنا سکتا اور اس کے حقوق ملبس کر سکتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ظلم کا انتقام لے کر انسان نفسیاتی سکون محسوس کرتا ہے۔ اس سکون کے حاصل کرنے کا اسے فطری حق ہے۔ قانون کی ضرورت اور اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ وہ بھی ایک پہلو سے یہ مقصد پورا کرتا ہے۔ اس لئے کہ قانون جب ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دیتا ہے تو جہاں ایک سماجی فرض انجام دیتا ہے وہیں مظلوم کے جذبہ انتقام کو ایک طرح سے تسکین بھی فراہم کرتا ہے۔ ظاہر ہے قانون کی حکمرانی کو اس لئے غلط نہیں کہا جاسکتا اور لاقانونیت کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اس سے مظلوم کے جذبہ انتقام کو راحت ملتی ہے۔

## جذبہ انتقام۔ اسلام کی نظر میں

اسلام جذبہ انتقام کو ایک فطری جذبہ کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے اور مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ اس نے اللہ کے نیک بندوں کی ایک صفت ان الفاظ میں بیان کی ہے:-

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ  
أَوْ جَبَانٌ يُرِيدُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِمْ

هُمْ يُنصِرُونَ (الشوری: ۲۹) وہ بدل لیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا کسی سے انتقام لینا قابلِ توفیق ہے کہ اللہ والوں کی صفات کے ذیل میں اس کا ذکر کیا جائے؟ علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ظالم کو راہِ حق پر قائم رکھنا اور جس سزا کا وہ مستحق ہے اسے وہ سزا دینا دراصل اسے ٹھیک کرنا ہے۔ اس کی سائنس اور توفیق ہی کی جائے گی۔

حافظ ابن کثیر آیت کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ظلم و زیادتی کرے اللہ کے نیک بندوں میں ان سے انتقام لینے کی قوت ہے۔ وہ بے بس اور عاجز نہیں ہیں کہ انتقام نہ لے سکیں بلکہ اس کی قوت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔

علامہ ابوالسعود کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر (خودی کا) ایسا جذبہ رکھا ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے جھکنے اور ذلیل ہونے سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے تو وہ اس سے انتقام لیتے ہیں۔ یہ دراصل دوسری بڑی بڑی خوبیوں کے ساتھ ان کی شجاعت اور بہادری کا ذکر ہے۔

اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں۔ سلف اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اہل ایمان اس طرح ذلیل اور سبت ہو کر رہیں کہ اللہ کے نافرمانوں اور فاسقوں کے حوصلے بڑھ جائیں اور وہ ان پر زیادتی کرنے لگیں۔ البتہ جب ان کو طاقت ملتی ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔

## انتقام میں زیادتی کی ممانعت

بعض اوقات ظلم و زیادتی کے خلاف اتنا شدید جذبہ ابھرتا ہے کہ انتقام کی آگ بھانے کے لئے انسان سارے اخلاقی اور قانونی حدود توڑ دھینکتا ہے۔ اس کے بڑے ہی

۱۔ تفسیر ابن جریر پارہ ۲۵/۲۴ تفسیر ابن کثیر ۲/۱۱۸ تفسیر ابوالسعود ۴/۲۶۹

۲۔ بخاری، کتاب المظالم، باب الانتصار من الظالم، جصاص: احکام القرآن ۲/۲۵۵

خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں اور نکلنے رہے ہیں، جب بھی اس پر پابندی نہیں لگائی گئی، مظلوم نے ظالم کی جگہ لے لی اور ظلم کی روایات تازہ کرنی شروع کر دیں۔ غصہ، نفرت اور انتقام کی ایک نئی لہر اٹھی اور مظلوم نے ظالم بن کر وہ سب کچھ کیا جس کی اسے شکایت تھی اور جس کے خلاف اس نے جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ اسلام مظلوم کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ ظالم سے انتقام لے سکتا ہے لیکن اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ جتنی زیادتی ہوئی ہے اسی تناسب سے انتقام بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ کی کسی حال میں اسے اجازت نہیں ہے۔ ظلم و زیادتی کی بہت سی شکلیں ہیں، لیکن ان سب کو دو بڑے عنوانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ زیادتی ہے جو انسان کے جسم و جاں اور مال کے ساتھ کی جائے اور اسے جسمانی یا مالی نقصان پہنچایا جائے۔ دوسرے وہ زیادتی جو زبانی طور پر اس کے ساتھ کی جائے۔ جیسے بدگویی، زبان درازی وغیرہ۔ قرآن و حدیث میں اصولی طور پر اور عمومی انداز میں یہ بات کہی گئی ہے کہ آدمی انتقام میں اس حد سے آگے نہ بڑھے جس حد میں گزریا دتی ہوئی ہے۔ لیکن کہیں اصلاً مالی اور جسمانی زیادتی کا ذکر ہے اور کہیں زبانی زیادتی کا۔ اب ہم ان دونوں ہی پہلوؤں پر الگ الگ کسی قدر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

## مالی اور جسمانی انتقام میں زیادتی نہ ہو

قرآن مجید نے ایک جگہ انتقام کی اجازت دیتے ہوئے ہدایت فرمائی ہے:-

فَمَنْ اَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ  
فَاعْتَدُواْ عَلَيْهِمْ مِّمَّا  
مَا اَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ  
اللّٰهُ وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ  
مَعَ الْمُتَّقِيْنَ

جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر ایسی  
جیسی زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم  
پر زیادتی کی ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے  
رہو اور یہ جان لو کہ اللہ ان لوگوں کے  
ساتھ ہے جو اس کی نافرمانی سے  
بچتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۹۴)

یہ آیت جہاد کے سلسلہ میں آئی ہے کہ جو مہینے محترم ہیں ان کے احترام کو نظر انداز کر کے مشرکین تم سے جنگ کریں تو تمہیں بھی اسی نسبت سے جواب دینے کا حق ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص حنفی اس سیاق و سباق کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

آیت کے الفاظ میں عموم پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جو شخص کسی کا مال تلف کر دے تو اس پر اس کا 'مثل' واجب ہوگا، 'مثل' کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اسی کی جنس سے ہو۔ یہ ان چیزوں میں ممکن ہے جو ناپی یا تولی جاسکتی ہیں۔ دوسری صورت 'مثل' کی قیمت ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اگر کسی غلام کے دو آقا ہوں اور ایک اپنا حصہ آزاد کر دے اور دوسرا آزاد نہ کرے تو جو آزاد کرے وہ صاحب حیثیت ہو تو دوسرے کے حصہ کی قیمت کی ضمانت لے گا (اس طرح غلام آزاد ہو جائے گا) اس میں آپ نے آزاد کرنے والے پر جو 'مثل' لازم آتی ہے اسے قیمت کی شکل میں متعین فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کو بھی 'مثل' کہا جاسکتا ہے۔ 'مثل' اس چیز کو بھی کہا جاسکتا ہے جو کسی عمل کی مناسب جزا بن جائے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص کسی پر تہمت لگائے تو جو آقا میں اس پر اسی طرح کی تہمت تو نہیں لگائی جاسکتی البتہ اسے اتنی کوڑے لگائے جائیں گے تہمت کی یہ سزا اس کا 'مثل' ہے۔

ایک دوسری جگہ قرآن میں ہے

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ  
مَا عُوِّقْتُمْ بِهِ ۗ وَلَا كُنْ  
صَبْرًا لَّهُمْ لَٰهُوَ خَيْرٌ  
لِّلصَّابِرِينَ . (المحل: ۱۲۶)

اور اگر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس  
قدر کہ تم پر زیادتی ہوئی ہے لیکن اگر  
صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق  
میں بہتر ہے۔

یہ آیت دعوت و تبلیغ کے اصول و آداب کے ذیل میں آئی ہے۔ امام رازی فرماتے

ہیں۔ دین کی دعوت دینے والے کو اس کے مخالفین قتل کرنے کی بھی کوشش کر سکتے ہیں۔ زرد کوکب اور سب و شتم کا بھی امکان ہے۔ اس وقت داعی کے اندر اس کا جواب دینے اور مقابلہ کرنے کا جذبہ ابھر سکتا ہے۔ اس لئے ہدایت کی گئی کہ اس صورت میں وہ عدل و انصاف پر قائم رہے اور ظلم و زیادتی کی راہ نہ اختیار کرے۔

یہاں بھی قرآن مجید نے انتقام میں 'مثل' کی شرط لگائی ہے۔ یعنی جتنی زیادتی ہوئی ہے اتنا ہی بدلہ لیا جاسکتا ہے۔ فقہار نے اس سے بعض قانونی تفصیلات اخذ کی ہیں جہاں اس سے بچت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے اسے قتل کیا جائے، جو کسی کو چوٹ پہنچائے اسے بھی اتنی چوٹ پہنچائی جائے۔ اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹے اور پھر اسے قتل کرے تو مقتول کے اولیاء کو یہ حق ہوگا کہ وہ بھی پہلے قاتل کا ہاتھ کاٹیں اور اس کے بعد اسے قتل کریں۔

علامہ ابو بکر جصاص مزید لکھتے ہیں۔ اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے سر کو پتھر سے کچل کر اسے ہلاک کر دے یا کھڑا کر کے ناک زنی کرے اور جان لے لے تو اس سے بالکل اسی طرح قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اسے تلوار سے قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس صورت میں قاتل نے مقتول کو کتنی ضربیں لگائیں اور اسے کتنی تکلیف پہنچائی اس کا میں صحیح علم نہیں ہے۔ لہذا اس سے ٹھیک اسی طرح انتقام نہیں لیا جاسکتا۔ البتہ جان لینے کی حد تک برابری ممکن ہے۔ اس لئے تلوار سے اس کی جان لی جائے گی۔ یہ فقہ حنفی کا مسلک ہے لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک قاتل کو اسی شکل میں قتل کیا جائے گا جس شکل میں اس نے قتل کیا ہے۔ الایہ کہ اس نے کسی ایسے طریقے سے قتل

۱۔ تفسیر کبیرہ ۲۷۵/۵ ۲۔ ان آیات کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام شافعی اور ابو ثور کی بھی یہی رائے ہے۔ المغنی لابن قدامہ ۶۸۵/۷

کیا ہو جس کا اختیار کرنا شرعاً حرام ہو۔ جیسے کسی نے شراب پلا کر یا بد فعلی کر کے مارا ہو یا آگ میں جھنڈیا ہو۔<sup>۱</sup>

حصص کہتے ہیں اگر کوئی شخص کسی کا مال تلف کر دے تو اسے اسی طرح کا تادان دینا ہوگا۔ اگر وہ زمین کا کچھ حصہ اپنی عمارت میں شامل کر لے یا گہوں غصب کر کے بسوائے تو بھی اس کا مثل واجب ہوگا۔ گہوں اسی مقدار میں واجب ہوگا جس مقدار میں غصب کیا گیا ہے اور زمین کے معاملہ میں قیمت واجب ہوگی۔

جس نے دوسرے کی زمین پر قبضہ کر کے عمارت بنالی ہے اسے منہدم کر کے مظلوم کو اس کی جگہ بھی دلوائی جاسکتی ہے لیکن حصص کہتے ہیں یہ مثل نہیں ہے۔ بعینہ اسی چیز کا واپس کرنا ہے۔ بلکہ بلاشبہ اسے مثل، تو نہیں کہا جاسکتا۔ پھر بھی یہ بات قابل غور ہے کہ بعض اوقات مظلوم کے حق میں اس کی چھنی ہوئی زمین کا اسے مل جانا ہی قیمت کے ملنے سے زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔

## زبان سے انتقام میں زیادتی نہ کی جائے

اس بحث کا تعلق اصلاً جانی اور مالی زیادتیوں سے ہے۔ اب زبان سے ہونے والی زیادتیوں کو لیجئے۔ ایک شخص دوسرے کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچائے تو اسے بھی صرف اسی حد تک انتقام لینے کی اجازت ہے جس حد تک اس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ اسی بحث کے ذیل میں یہ آیت گزر چکی ہے۔

لَا يَجِبُ لِلَّهِ الْجَهْرُ بِاللَّسْوَةِ  
مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظَلَمَ  
اللہ کو پسند نہیں کسی بری بات کا برلا  
ذکر کیا جائے۔ لیکن جس شخص پر ظلم

<sup>۱</sup> ملاحظہ ہو احکام القرآن ابن عربی ۴/۱۶۱ نیل الاوطار ۷/۱۶۴-۱۶۶

<sup>۲</sup> احکام القرآن ۳/۲۲۹-۲۴۰

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا  
عَلِيمًا (انار ۱۴۸)

ہو (وہ اس کا اظہار کر سکتا ہے) اور  
اللہ سنیے والا اور جلتے والا ہے۔

اس میں جہاں مظلوم کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بر ملا اظہار کر سکتا ہے وہیں یہ حقیقت واضح کر کے کہ اللہ سميع و عليم ہے اس حق کے غلط استعمال سے منع بھی کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ان الفاظ کو بھی سن رہا ہے جو تمہاری زبانوں سے نکلتے ہیں اور ان جذبات و احساسات سے بھی واقف ہے جو تمہارے سینوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس لئے اگر تم نے اپنے جائز حدود سے باہر قدم رکھا تو وہ تمہیں پکڑ سکتا ہے۔ اس طرح ان صفات کا ذکر کر کے حق انتقام کے غلط استعمال اور ظالمانہ روش اختیار کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ امام رازی اس جگہ ان صفات کی معنویت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آیت میں مظلوم کو جس ظلم کے اظہار و اعلان کی اجازت دی گئی ہے، ان صفات کے ذکر کے ذریعہ اس میں حد سے بڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ آدمی اللہ سے ڈرے اور صرف حق بات کہے اور کسی پر تہمت نہ لگائے ورنہ وہ معصیت کا مرتکب ہو گا جو کچھ وہ کر رہا ہے اللہ اسے سن رہا ہے اور جو کچھ اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہے اسے وہ جانتا ہے۔  
حدیث میں یہ بات زیادہ وضاحت کے ساتھ کہی گئی ہے جتنا پختہ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

المستبان ما قال  
فعلی البادی  
مالم یعتد المظلوم  
ایک دوسرے کو سب و شتم کرنے  
دالوں نے جو کچھ کہا اس کا گناہ ابتدا  
کرنے والے پر ہے جب تک کہ مظلوم  
(جواب میں) حد سے آگے نہ بڑھے۔

امام نووی فرماتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ انتقام لینا جائز



ہے۔ اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ اس پر کتاب و سنت کے دلائل بکثرت موجود ہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں

أثبت للمظلوم انتصافاً إلى ان يعتدلى<sup>۱</sup>۔ اس حدیث میں آپ نے مظلوم کے لئے انتقام کے حق کا اثبات فرمایا ہے۔ جب تک کہ وہ زیادتی نہ کرے۔

### انتقام میں حد و شریعت کی پابندی

اسلام نے انتقام میں ایک شرط تو یہ رکھی ہے کہ وہ اسی حد میں ہوگا جس حد میں کہ زیادتی ہوئی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص طمانچہ رسید کرے تو اس کی جان لے لی جائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی انتقام میں اخلاق اور حد و شریعت کا پابند رہے اس سے تجاوز نہ کرے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔

ناحق کسی مسلمان کے ساتھ زبان درازی اور اسے گالی دینا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ اگر کسی کے ساتھ دشنام طرازی کی جائے تو اسے اسی طرح کے الفاظ میں جواب دینے کا حق ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جواب دینے والا کذب بیانی نہ کرے، تہمت نہ لگائے اور اس کے اسلاف کو برا بھلا نہ کہے۔ جواب دینے کی بعض جائز صورتیں یہ ہو سکتی ہیں کہ وہ اس کے لئے ظالم، احمق یا دشمن جان جیسے الفاظ استعمال کرے۔ اس لئے کہ ان کا اطلاق ہر شخص پر ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی ان کم زوریوں سے پاک نہیں ہے مظلوم نے اس طرح جواب دے دیا تو گویا ظالم سے پورا بدلہ لے لیا۔ دشنام طرازی کرنے والے پر اس کا جو حق تھا وہ اس نے وصول کر لیا۔ البتہ جس نے اس کی ابتدا کی اس پر اس کے ابتدا کرنے کا گناہ ضرور ہوگا۔ اس پہلو سے

بھی وہ گناہ گار قرار پائے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کی نافرمانی کی۔ اس کے لئے اللہ سے اسے استغفار کرنی ہوگی بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ مظلوم نے جب بدلہ لے لیا تو یہ ساری باتیں از خود ختم ہو گئیں۔  
امام غزالی فرماتے ہیں۔

ہر ایک ظلم کے جواب میں اسی طرح کی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ غیبت کے جواب میں غیبت، تجسس کے جواب میں تجسس، دشنام طرازی کے جواب میں دشنام طرازی صحیح نہیں ہے۔ یہی معاملہ تمام معصیتوں کا ہے کہ ان کے جواب میں اسی طرح کی معصیتوں کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ قصاص اور تاوان بھی اسی حد تک لیا جائے گا جس حد تک کہ شریعت نے اجازت دی ہے۔

اسی ذیل میں عفو و درگزر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جن لوگوں نے انتقام کو جائز قرار دیا ہے انھوں نے شرط یہ بھی ہے کہ آدمی جھوٹ اور غلط بیانی سے کام نہ لے۔ زیادتی کرنے والے کے لئے آدمی اس طرح کے الفاظ اور جملے استعمال کر سکتا ہے جیسے اے فلاں کی اولاد، احمق، بدخلق، لوگوں کی عزت و آبرو سے کھینچنے والا، اگر حیا ہوگی تو نہیں بولو گے، اللہ تمہیں دلیل اور رسوا کرے، تم اپنی حرکتوں کی وجہ سے میرے نزدیک بالکل حقیر ہو۔ وغیرہ۔ باقی رہا جھٹلی، غیبت، کذب و افتراء، اس کے ماں باپ کو برا بھلا کہنا تو یہ بالاتفاق سب کے نزدیک حرام ہے۔

۱۵۵/۳ احیاء علوم الدین ۳۲۱/۲ شرح مسلم

۱۵۵ امام غزالی فرماتے ہیں کہ سب و شتم کا جواب دیا جاسکتا ہے لیکن جواب نہ دینا افضل ہے اس لئے کہ ان حدود کی پابندی بہت مشکل ہے اس کے مقابلہ میں آسان یہ ہے کہ آدمی سکوت اختیار کرے۔ (حوالہ سابق ص ۱۵۵) عفو و درگزر کی فضیلت اور انتقام کے حدود کو مانتے کے باوجود حق انتقام بہر حال باقی رہے گا اور اس کے استعمال پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ مظلوم کو انتقام کا حق ضرور حاصل ہے۔ لیکن یہ حق غیر مشروط اور مطلق نہیں ہے بلکہ کچھ حدود و قیود کا پابند ہے۔ اگر مظلوم ان حدود کو توڑ کر انتقامی کارروائی کرنے لگے تو اسلام کی نظر میں وہ خود بھی ظالم کی صف میں شامل ہو جائے گا اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو کسی ظالم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

### عفو و درگزر کا حق

جس شخص کے ساتھ ظلم و زیادتی ہو اسے عفو و درگزر کا بھی حق ہے۔ شاید زیادہ صحیح تعبیر یہ ہو کہ انتقام ایک قانونی حق ہے اور عفو و درگزر اس سے دست بردار ہو جانے کا نام ہے۔ امام غزالی عفو کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

العفو ان یستحق حتماً عفو یہ ہے کہ آدمی کسی حق کا حق دار ہو اور  
فیسقط و یرى عنہ اسے ساقط کر کے (مجرم کو) قصاص یا  
من قصاص او غرامة لہ نادان سے بری کر دے۔

### عفو و درگزر انتقام سے زیادہ پسندیدہ ہے

قرآن مجید نے عفو و درگزر کو ایک پسندیدہ عمل کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ وہ صرف یہی نہیں کہ ظلم کا بدلہ لینے میں حد سے آگے بڑھنے سے روکتا ہے بلکہ عفو و درگزر کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ مظلوم کے اس حق کو تو تسلیم کرتا ہے کہ وہ ظالم سے انتقام لے سکتا ہے، لیکن اسے اخلاق کی اس بلندی پر دیکھنا چاہتا ہے جہاں انسان بڑے سے بڑے ظلم کو بھول کر حسن سلوک کرنے لگتا ہے۔ اسے وہ نتائج کے لحاظ سے انتقام کے مقابل میں مفید اور بہتر سمجھتا ہے۔ یہ آیت اوپر گزر چکی ہے۔ دوبارہ اس کے الفاظ پر غور فرمائیے۔

لہ حوالہ سابق

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا  
بِعِثْلِ مَا عَوَّبْتُمْ بِهِ وَلَا يَنْ  
صَبْرَكُمْ لَكُمْ مِنْهُ  
لِلصَّابِرِينَ - (النحل: ۱۲۶)

اور اگر بدلہ لو تو اسی قدر بدلہ لو جس  
قدر کہ تم پر زیادتی ہوئی ہے۔ لیکن  
اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے  
حق میں بہتر ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں آیت میں قصاص لینے میں عدل اور برابری کا حکم دیا  
گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ کسی کی کوئی چیز چھین لی جائے تو اسے لینے میں مماثلت ہونی چاہی  
مزید کہتے ہیں یہ اور اس طرح کی دوسری آیتوں میں عدل کو قانون اور شریعت کا درجہ دینے  
کے ساتھ فضل و احسان کی ترغیب دی گئی ہے۔  
جصاص کہتے ہیں آیت بتاتی ہے کہ قاتل اور زیادتی کرنے والے سے انتقام لینے  
سے افضل یہ ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔

### عفو و درگزر اللہ کے نیک بندوں کی صفت

اللہ کے نیک بندوں میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں۔ ان کی ایک بڑی خوبی کا ذکر  
قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا سُوءًا فَذُكِّرُوا  
وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا سُوءًا فَذُكِّرُوا  
عَفِوا النَّاسِ - (آل عمران: ۱۲۳)

وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو  
معاف کر دیتے ہیں۔

### معاف کرنے والوں کو اللہ معاف کرتا ہے

اس دنیا میں انسان سے بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے  
کرم سے ان غلطیوں کو معاف فرماتا رہتا ہے۔ اگر وہ اس کی ہر غلطی پر گرفت کرے تو اس

کرمہ رضامشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے اندر بھی عفو و درگزر کی یہی خوبی دیکھنا چاہتا ہے۔ ایک انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ جو روش اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے۔ اس لئے اگر وہ دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرے تو امید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کا مستحق ہوگا اور وہ اس کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے گا۔ مظلوم کو ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا قرآن مجید نے جہاں حق دیا ہے وہیں یہ بات اس طرح کہی ہے۔

اِنَّ تَسْتُرُوْا وَاَخِيُوْا  
اَوْ تَخْفُوْا اَوْ تَعْفُوْا  
عَنْ سُوْءِ فَاِنَّ اللّٰهَ  
عَفُوٌّ قَدِيْرٌ  
اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کر دیا ہے  
خفیہ انجام دے دیا برائی کو معاف کر دو  
تو (یہ بڑی خوبی کی بات ہے) بے شک  
اللہ تعالیٰ بھی بڑا معاف کرنے والا اور  
قدرت والا ہے۔ (النساء: ۱۲۹)

ایک جگہ معاشرتی احکام کے ذیل میں فرمایا۔  
وَ اِنَّ لِّعَفْوِ وَاَوْ تَصْفَحُوْا  
وَلِّعْفُو وَاَفَاِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ  
الرَّحِيْمُ (التغابن: ۱۴)  
اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ  
اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ (بھی) بخشنے  
والا اور رحم کرنے والا ہے۔

غصہ اور انتقام کے جذبہ کے تحت بعض اوقات انسان بڑے سخت اقدامات کر لیتا ہے جو جائز ہونے کے باوجود پسندیدہ نہیں کہے جاسکتے۔ سورہ نور میں ان سے باز رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا گیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عفو و کرم سے نوازے تو اس کے بندوں کی زیادتیوں سے درگزر کرو۔ دیکھئے کتنا پیارا انداز ہے۔

وَلَا يَأْتِلِ اَوْ لَوْ اَلْفُضْلِ  
مِنْكُمْ وَالسَّعَاتِ اَنْ  
يُوْتُوْا اَوْ اِلَى الْقُرْبِ  
تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت  
والے ہیں وہ اس بات کی قسم کھا لیں  
کہ قربت داروں، مسکینوں اور اللہ

وَالسَّائِكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ  
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِيَعْفُوا  
 وَلِيَصْفَحُوا أَلَا تَحِبُّونَ  
 أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ  
 غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور: ۲۲)

کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد  
 نہیں کریں گے، انہیں معاف کر دینا  
 اور درگزر کر دینا چاہیے کیا تم نہیں  
 چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے  
 اللہ غفور و رحیم ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں ایک بڑا ہی موثر واقعہ حدیث کی کتابوں میں بیان  
 ہوا ہے حضرت مسطحؓ ایک نادار شخص تھے بچپن ہی میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا  
 مکہ میں وہ اور ان کی ماں اسلام لائے۔ مدینہ ہجرت کی، بدر میں شریک ہوئے، نیک اور مخلص  
 صحابی تھے حضرت ابوبکرؓ سے ان کی قرابت تھی۔ ان کی غربت اور افلاس اور قرابت داری  
 کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ ان کے اخراجات اٹھاتے تھے۔ اپنے اخلاص کے باوجود واقعہ  
 افک کے سلسلے میں ان سے چوک ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ ایک غزوہ میں جب پیچھے رہ  
 گئیں اور ایک صحابی کے ساتھ واپس آئیں تو اس پر منافقین نے چرمیگوٹیاں شروع کر دیں  
 اور بعض نے تہمت لگا دی۔ یہ بھی اپنی سادگی میں اس سے متاثر ہو گئے، حضرت ابوبکرؓ کو اس  
 سے سخت صدمہ پہنچا فرمایا خدا کی قسم اب آئندہ کبھی اس شخص پر اپنا پسہ نہیں خرچ کروں  
 روایتوں میں آتا ہے کہ اسی کے بعد سورہ نور کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی حضرت ابوبکرؓ  
 نے آیت سنی تو فرمایا

وَاللَّهِ إِنِّي لَأَحِبُّكَ  
 يَا مُحَمَّدُ  
 وَاللَّهُ إِنِّي لَأَحِبُّكَ  
 يَا مُحَمَّدُ

اللہ کی قسم میں تو یہی چاہتا ہوں کہ وہ  
 میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

اس کے بعد حضرت مسطحؓ کا خرچ دوبارہ دینے لگے بعض روایتوں میں آتا ہے  
 کہ اسے دو گنا کر دیا اور کہا کہ اب کبھی ان کا خرچ سبب نہیں کروں گا یہ

## حدیث میں عفو و درگزر کی ترغیب

احادیث میں بھی عفو و درگزر کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور اس پر مختلف پہلوؤں سے ابھارا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله عبداً بعفو إلا عزاً و ما تواضع أحدٌ لله إلا رفع الله له

صدقہ و خیرات سے مال میں کمی کی نہیں آتی عفو و درگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندہ کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو اللہ کے لئے تواضع ادا خاکساری اختیار کرے وہ اسے رفعت اور سر بلندی عطا کرتا ہے۔

اسی مفہوم کی ایک روایت ابو بکیرہؓ کی روایت سے آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے قسم کھا کر فرمایا

ما نقص مال عبد من صدقة ولا ظلم عبد مظلمة صبر عليها الا زادة الله عزاً و لا فتح عبدٌ باب مسألة الا فتح الله عليه باب فقر

صدقہ سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا، کسی بندہ پر ظلم ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے، جو شخص سوال کا دروازے کھولے (مانگنا شروع کرے) تو اللہ اس پر لازماً فقر و احتیاج کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

۱۔ مسلم، ابواب البر و الصلوة، باب استجاب العفو و التواضع  
۲۔ ترمذی، ابواب الزہد، باب اجار مثل الدنيا

عقید بن عامر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 صل من قطعك جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے  
 واعف عمن ظلمك تعلق جوڑو، جو تم پر زیادتی کرے اس سے  
 واعط من حرمك<sup>۱</sup> معاف کرو جو تم کو تمہارے (حق) سے  
 محروم کرے اسے (اس کا حق) <sup>۲</sup>

### غصہ پر قابو پانے کی فضیلت

انتقام کا بڑا محرک انسان کا غیظ و غضب ہے۔ جب کسی کے خلاف اس کے اندر  
 جذبات غضب بھڑکتے ہیں تو وہ انتقام کے ذریعہ انہیں بجھانا چاہتا ہے۔ اس محرک پر محض  
 اللہ کی رضا جوئی کے خاطر قابو پانا اور غصہ کو پی جانا بہت بڑا کارِ ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ  
 بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما من جرعة اعظم اجرا اس گھونٹ سے بڑے اجر والا کوئی  
 من جرعة غيظ كظمها کوئی دوسرا گھونٹ نہیں ہے جسے  
 عبد ابتغاه وجهه الله<sup>۱</sup> بندہ اللہ کی رضا کے لئے پی جائے

انتقام کی طاقت رکھنے کے باوجود اگر آدمی عفو و درگزر سے کام لے تو اس کا اجر  
 و ثواب بھی اتنا ہی بڑا ہے۔ حضرت معاذ بن انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من كظم غيظا وهو جو شخص غصہ کو پی جائے جب کہ وہ

۱۔ مسند احمد ۴/۱۵۸ قال المنذرى رواه احمد والحاكم در واة احمدی اسناد احمد ثقات

الزغيب والترسيب ص ۶۷

۲۔ ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب العلم، مسند احمد ۲/۱۲۸



قادر علی ات  
 یفدہ دعا اللہ  
 یوم القیامۃ علی  
 رؤس الخلائق حتی یخیر  
 فیما یحور شاء لہ  
 اس کے مطابق اقدام کرنے پر قادر  
 ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ساری مخلوقات  
 کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار  
 دے گا کہ وہ جس حور کا چلے اسے اتھا  
 کرے۔

عفو کسی ناگواری کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس تلخ  
 گھونٹ کو پی کر انسان اس کے کرم بے پایاں کا مستحق ہوتا ہے۔

### عفو و درگزر اور انتقام کی اہمیت موقع و محل کے لحاظ سے

قرآن و حدیث کی رو سے جب اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ آدمی عفو کو پی جائے  
 اور ظلم کو معاف کر دے تو پھر انتقام کا ذکر اہل ایمان کے ایک بہتر وصف کی حیثیت سے  
 کیوں کیا گیا ہے کیا ان دونوں باتوں میں تضاد نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی  
 زندگی انتقام اور عفو و درگزر دونوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ کبھی انتقام کی ضرورت ہوتی ہے اور  
 کبھی تقاضا ہوتا ہے کہ عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے موقع و محل  
 کے لحاظ سے اہمیت ہے۔ جہاں انتقام لینا چاہیے وہاں عفو و درگزر کی تعریف نہیں کی  
 جاسکتی۔ اور جس جگہ عفو و درگزر مطلوب ہو وہاں انتقام کو پسندیدہ نہیں کہا جاسکتا۔

علامہ ابو بکر جصاص کہتے ہیں۔ عفو و درگزر اس موقع کے لئے ہے جب کہ مجرم اپنی  
 حرکت پر نادم ہو اور اس سے باز آجائے..... باقی رہا وہ شخص جو ظلم و عدوان پر اصرار  
 کرے اس سے انتقام لینا ہی بہتر ہے۔

لہ ابو داؤد، کتاب الادب باب من کظم غیظاً۔ ترمذی، ابواب البر والصلہ، باب ماجاء فی  
 کرۃ الغضب۔ یہ حدیث بنداً کم زور ہے۔ لہ احکام القرآن ۳/ ۵۷۲

امام رازی فرماتے ہیں۔ عفو و درگزر کا نتیجہ دو شکلوں میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ فتنہ دب جائے اور مجرم اپنی غلطی سے رجوع کر لے، یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مجرم کی ہمت بڑھے، اس کے غیظ و غضب میں اضافہ ہو اور وہ مزید غلط کاری کرنے لگے۔ عفو و درگزر کا ثواب پہلی صورت میں ہے۔ دوسری صورت میں انتقام پسندینہ علامہ ابوالسعود کہتے ہیں۔ اہل ایمان کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں سے بدلہ لیتے ہیں جو ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ معاف کر دیتے ہیں۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر وصف اپنی جگہ پسندیدہ ہے۔ لیکن جب اسی کو دوسرے کی جگہ اختیار کیا جائے تو وہ قابل مذمت اور ناپسندیدہ ہو جاتا ہے۔

### عفو و درگزر مظلوم کا اختیاری حق ہے

ظالم کو معاف کرنے کا حق کیا صرف مظلوم کو ہے یا حکومت اور ریاست بھی اسے معاف کر سکتی ہے۔ دنیا نے ہمیشہ حکومت اور ریاست کو بڑے سے بڑے ظالم کو معاف کرنے کا حق دیا ہے۔ اسی بنا پر اگر کوئی فرد کسی دوسرے فرد پر زیادتی کرے اور حکومت اسے معاف کر دے تو مظلوم کو انتقام لینے یا انصاف چاہنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ لیکن یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح مظلوم اپنے نفع و نقصان کو محسوس کر سکتا ہے اس طرح کوئی دوسرا فرد یا ادارہ اسے محسوس نہیں کر سکتا۔ اس لئے فطری طور پر عفو و درگزر اور انتقام کا حق اسی کو ملنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ حکومت نے عفو و درگزر کے اختیار کو بالعموم غلط طریقے سے استعمال کیا ہے اور جن افراد کو حکومت کی پشت پناہی حاصل رہی ہے انھوں نے کم زوروں پر بے پناہ مظالم کیے ہیں۔ اسلام کے نزدیک عفو و درگزر کا تعلق اس

شخص سے ہے جس پر زیادتی ہوئی ہے۔ وہی اسے معاف کر سکتا ہے۔ اگر کسی نے کسی پر درست درازی کی ہے تو اسے انتقام کا حق بھی حاصل ہے اور معافی کا حق بھی۔ اس کے اس حق کو کوئی دوسرا شخص یا ادارہ چاہے وہ حکومت ہی کیوں نہ ہو چھین نہیں سکتا۔

## خلاصہ بحث

اسلام کے نزدیک مظلوم کو ظلم کے انتقام اور غفودرگزر دونوں کا اختیار ہے۔ وہ اگر انتقام لے تو اپنے ایک قانونی حق کا استعمال کرتا ہے۔ قانون صرف یہ دیکھے گا کہ وہ انتقامی کارروائی میں شریعت کے حدود سے آگے نہ بڑھے۔ اور معاف کر دے تو یہ اس کا احسان ہے، اور احسان پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کسی کے قانونی حق کو تسلیم کر کے معافی کی درخواست کرنے اور اسے اس حق سے بالکل محروم کر دینے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلی صورت اس کے اندر مبنی جو صلگی اور عالی ظرفی پیدا کرتی ہے اور دوسری سے اس کی خودی مٹتی اور وہ دلیل و خواہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس مسئلہ کے سارے اخلاقی اور قانونی پہلوؤں کو سورہ شوریٰ کی تین آیتوں میں سمیٹ دیا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ	(ایمان والے وہ ہیں کہ)..... جب
الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ	ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا بدلہ
وَجَزَاءٌ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ	لیتے ہیں۔ برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی
مِثْلَهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ	ہے۔ پھر جو شخص معاف کر دے اور
فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّا	اصلاح کرے اس کا اجر و ثواب
لَأَجِبْنَا الظَّالِمِينَ	اللہ کے ذمہ ہے، بے شک اللہ

اس سے بعض وہ حدود مستثنیٰ ہیں جن میں وہ شخص بھی معاف نہیں کر سکتا جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اس پر انشاء اللہ الگ سے بحث آئے گی۔

وَلَمَنْ أَنْصَرَ كَجِدًا ظَلَمَهُ  
 فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ  
 سَبِيلٍ ۚ أَلَيْسَ السَّبِيلُ  
 عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ  
 النَّاسَ وَيُجُونَ فِي الْأَرْضِ  
 بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ أُولَٰئِكَ  
 لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ  
 لَمَنْ صَبَّرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ  
 عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (الشوریٰ ۳۹-۴۱)

اسلام نے مظلوم کو قانونی لحاظ سے اتنا مضبوط مقام عطا کیا ہے کہ وہ کسی خارجی دباؤ کے بغیر اپنی آزاد مرضی سے ظلم کے خلاف جو اپنی کارروائی کر سکتا ہے۔ وہ زندگی کے کسی بھی مرحلے میں — بے بسی اور بے چارگی کے اس احساس سے دوچار نہیں ہوتا کہ اس کے حقوق غیر محفوظ ہیں اور کسی بھی وقت وہ کسی جابر و قاهر کے ظلم کا نشانہ بن سکتا ہے۔ اس کے ساتھ اسلام مظلومیت کے نام پر کسی کو جائز حدود سے آگے بڑھنے سے منع کرتا ہے اور اس کے اندر وہ اخلاق کی بلندی پیدا کرتا ہے جو اسے فرشتوں سے ہم کنار کر دے۔

اللہ تعالیٰ خود پاک ہے و صاف ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے

صاف و شفاف دھلائی کے لئے ہمیشہ

تاج اسپیشل سوپ یاد رکھئے

TAJ SPECIAL SOAP

مشہور: سودیشی سوپ اینڈ ٹیکمکل اسٹور

بارہ دری۔ علی گڑھ